شرفا کی تلاش اور مجرموں کے کارنامے

جدید آسٹریلیا کے معمار یورپ کے وہ جرائم پیشہ افراد تھے جنہیں آسٹریلیا دھکیل دیا جاتا تھا۔ وہی آسٹریلیا جس کی فی کس قومی آمدنی 20300 ڈالر ہے، جہاں کے شہریوں کی اوسط عمر 80 سال ہے اور جہاں کے 99 فیصد شہری خواندہ ہیں، اور جسے نئی صدی کے پہلے اولمپکس مقابلے اپنے ملک میں منعقد کروانے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔

مگر ہمیں تو بتایا جاتا ہے کہ ملک کا آئین، جو کسی قوم کی مقدس ترین دستاویز ہوتی ہے، کو بار بار اس لئے معطل ومنسوخ کیا جاتا ہے کہ پاک صاف افراد پر مشتمل حکومت بنائی جا سکے۔ ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جب تک پاک صاف اور نیک نیت افراد کی تلاش میں کامیابی نہیں ہو جاتی قوم کو آئین کی معطلی اور عدلیہ کی آزادی پر لگائے جانے والے زخموں پر ملال نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ قوم کو ایسی کسی بھی حکمت عملی کا ساتھ دینا چاہئے کہ دراصل یہ انہیں کے فائدے کے لئے آئے روز عدلیہ سے پی سی او کے تحت حلف اٹھوایا اور خصوصی عدالتوں کے ذریعے خصوصی احتساب کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے اس کم بخت تاریخ کا جو ہمیں بتاتی ہے کہ اس طرح کے دعوے کرتے جی ایچ کیو والوں کو اب تقریباً نصف صدی بیت چلی ہے مگر ابھی تک پاک صاف افراد انہیں مل نہیں پائے۔ اس روایت کی ابتدا فیلڈ مارشل ایوب خان صاحب نے کی تھی جنہوں نے پوتر افراد کی تلاش کے سلسلے میں ایبڈو کے تحت اپنے

دور کے اکثر سیاست دانوں پر اقتدار کے دروازے بند کر دیئے تھے اور ایسے افراد کو شریک اقتدار کیا جو ان کی رائے میں ملک وقوم کے بہترین مفاد میں کام کر سکتے تھے۔ مگر جس قدر ملک وقوم کی خدمت وہ اور ان کے رفقا کر پائے اس کا ثبوت حمود الرحمان کمیشن رپوٹ بخوبی فراہم کرتی ہے۔

ہمیں البتہ ماضی کو بھول کر مستقبل کے سپنے دیکھنے کے مشورے دیئے جاتے ہیں۔ ڈر اس بات کا ہے کہ جس طرح کی سیاسی بصیرت کا مظاہرہ موجودہ حکومت کر رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دس بارہ سال بعد پھر کہا جائے کہ چھوڑیے ماضی کو مستقبل کی بات کرتے ہیں۔ اس خوف کی بنیاد جائز اس لئے بھی ہے کہ جس دور کو بھلانے کی باتیں ہو رہی ہیں آج بھی اسی دور کی طرح نیک افراد کی تلاش کے بہانے سیاسی جوڑ توڑ، چند افراد کو نوازنے کی باتیں اور چند کو کھیل سے خارج کرنے کی منصوبہ بندی جاری ہے۔ اقتدار کا ہما آج بھی اسی طرح فضاؤں میں منڈلا رہا ہے جس طرح ہر فوجی حکومت کے دور میں منڈلایا کرتا ہے کہ اشارہ ملے اور وہ کسی پوتر کے سر پر جا بیٹھے۔

مگر یورپ کے کل کے جرائم پیشہ افراد کے ملک آسٹریلیا کی ترقی کا معمہ کیسے حل کیا جائے؟ اگر قومی ترقی کے لئے پہلے آئیڈیل انسانوں کی تلاش ضروری ہوتی، جیسا کہ جی ایچ کیو والوں کا ہمیشہ سے اصرار رہا ہے، تو شائد دنیا کا بد امن ترین اور پسماندہ ترین ملک اس وقت آسٹریلیا ہوتا۔ مگر وہاں ایسا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ آسٹریلیا کا شمار ان ممالک میں کیا جاتا ہے جہاں جمہوری روایات توانا اور جرائم کی شرح بہت کم ہے۔ تو پھر اصل مسئلہ کیا ہے؟

ماہرین سماجیات کا کہنا ہے کہ اداروں کے پنپنے میں بنیادی اہمیت processes کی ہوا کرتی ہے۔ سیاسی وسماجی ادارے ربڑ پلانٹ کی طرح نہیں ہوتے کہ گئے اور بازار سے خرید لائے۔ بلکہ اس پودے کی طرح ہوتے ہیں جس کی جڑیں بتدریج زمین میں اپنی جگہ بناتی ہیں جس سے پودا وقت کے ساتھ ساتھ تناور درخت کی صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔ اور اگر

پودے کو ہر دوسرے روز اس لئے اکھاڑ دیا جائے کہ یہ بڑا نہیں ہو پا رہا تو وہ پھلنے پھولنے کی بجائے مرجھا جاتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہتر سیاستدان من مانے احتساب سے نہیں ،جس کا ہماری ہر حکومت کو خصوصی شغف رہا ہے، بلکہ سیاسی عمل کی چھاننی سے چھن کر نکلتے ہیں۔ اسی طرح وہ ممالک جہاں کی حکومتیں عوام کی تعلیم، انصاف، اقتصادی ترقی اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کو اپنی اولین ترجیح نہیں بناتیں، چاہے اس کے اہداف کتنے ہی نیک و پاکباز کیوں نہ ہوں دلوں میں امید کی شمعیں روشن نہیں کر سکتیں۔ امید جو دلوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مملکت کے شہری محسوس کریں کہ ان کی چند سال کی دیانت دارانہ مشقت ان کے سماجی مرتبے میں اضافے کا باعث ہو سکتی ہے۔ تو جس قوم کے دلوں میں ایسی امید پیدا کر دی جائے بیشک وہ قوم کسی براعظم سے نکالے گئے چوراچکوں پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو، معجزے دکھا سکتی ہے۔ آسٹریلیا، جہاں ان دنوں رواں صدی کے پہلے اولمپکس مقابلوں کا انعقاد ہوا، انہی اصولوں کی بنیاد پر کی گئی سیاسی اور اقتصادی منصوبہ بندی کے نتائج کی عملی تصویر پیش کرتا ہے۔

ایسا نہیں کہ آسٹریلیا میں طرز حکومت ہمیشہ سے مثالی رہا ہے۔ اور نہ ہی ایسا ہے کہ آسٹریلوی قوم ہمیشہ سے اسی طرح باہم شیر و شکر تھی جیسے کہ وہ آج نظر آتی ہے۔ غیر اہم معاملات پر جذباتی ردعمل ظاہر کرنا ہر ملک کے لوگوں کا کسی نہ کسی دور میں وطیرہ رہا ہے۔ مثلاً جب آسٹریلیا کے دارالحکومت کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا تو سڈنی اور میلبورن کے شہریوں کی آپس میں ٹھن گئی۔ دونوں شہروں کے عوام اپنے شہر کو دارالحکومت قرار دینے پر بضد تھے۔ اس الجھن کا حل کیمبرا (کیمبرا ایبورجنی زبان کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ملاقات کی جگہ کیا جاتا ہے) کی صورت میں ایک نئے دارالحکومت بسانے میں نکالا گیا۔

آسٹریلیا کے ابتدائی آبادکار جرائم پیشہ تو ہو سکتے ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے ٹوٹی پھوٹی جمہوریت کو من پسند نیک افراد کی تلاش میں بار بار قربان نہیں کیا۔ شائد وہ جانتے تھے کہ حقیقی جمہوریت کا راستہ ناقص جمہوریت کے در سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔ نیز انہوں نے

قومی تحفظ یا مفاد کی خاطر عوام کی اقتصادی وسماجی خوش حالی کو قربان نہیں ہونے دیا۔ یہی دو اصول ان کی اقتصادی ترقی اور سیاسی استحکام کی بنیاد ثابت ہوئے۔ مگر ہمیں یہ بات کب سمجھ آئے گی؟ شائد تب جب ہم تاریخ کو فراموش کرنے کی بجائے اس کی بنیاد پر اپنی سیاسی، سماجی اور اقتصادی ترجیحات تشکیل دینا سیکھ جائیں گے۔ یا شائد تب جب ماضی کو بھلا دینے والوں کی بجائے اس سے سبق حاصل کرنے والوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔

*